OPEN ACCESS

This work is licensed under a
Creative Commons Attribution
4.0 International License

CC BY

اُصول حدیث استنادی حیثیت ایک تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ادریس لودھی

ڈائریکٹر سیرت چیئر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Prof. Dr. Muhammad Idrees Lodhi **Email:** idreeslodhi@bz.edu.pk
Director Seerat Chair, Department of Islamic Studies, Bah-o-Din Zikriya University Multan

Abstract:
Research is a perpetual investigation of realities. The Muslims are regarded as the pioneers who laid the foundations for the principles of research. Shariah proclaims to make investigation and guides to employ research methodology as it finds its solid basis in the Quran and the Hadith. The study, at hand, concentrates on measures and standards of research, its conventions and principles and historical evolution. This researchal inquiry has been declared imperative for the Muslims. The Muhaddesin have explained the method of preservation of valid hadiths and have explicated its subject matter clear so that it could be possible to act upon valid hadiths and, in addition, it does also make it feasible to make out the subject context of the hadith. In this regard, the teachings of the Quran and the Hadiths, the sayings of the companions and Taabeen and the services of the great jurists have been presented by upholding measures of research.
The strength of this discipline has been proved in the light of intellect and research by observing the rules and principles of Hadith and its historical evolution. Many fundamental books have been introduced to make the contextual meanings clear. In the end of this article, the responses of other religions have also been recorded in order to know how these preserved the words and sayings of their religious leaders. It also highlights comprehensively the acknowledgment of the orientalists for the preservation of Hadith.

Keywords:
Principles of Research,
Principles of Hadith,
Historical Evolution,
Hadith and World Religions

Receive Date:
11-02-2023
Accept Date:
20-02-2023
Published Date:
30-06-2023

کسی مخصوص چیز کی تعریف بیان کرنے کے لیے کسی خاص گروہ کا کسی عبارت پر متفق ہو جانا، اصطلاح کہلاتا ہے۔ ہر علم اور ان کے لیے اس کے علماء نے اس کی اصطلاحات وضع کی ہیں۔ محدثین کرام نے حدیث سے

متعلق تمام تعریفات اور اصطلاحات کو مدون کیا ہے، اس علم کو مصطلح حدیث، اصول حدیث یا علوم حدیث کہا جاتا ہے اور اس میں بیان کردہ امور اصطلاحات حدیث کہلاتی ہیں۔(۱)

تاریخ علوم و فنون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کسی بھی چیز کے بارے میں علم جنم لیتا ہے پھر اس علم سے متعلق اصطلاحات سامنے آتی ہیں، دورِ رسالت و صحابہ میں علوم و فنون حدیث سے متعلق اصطلاحات حدیث رائج نہ تھیں۔ حدیثیں لکھی جاتی تھیں، سادہ طریقے سے انہیں پرکھا جاتا، صحیح، غلط میں امتیاز کیا جاتا، صحیح پر عمل کر کے محفوظ کیا جاتا اور موضوع اور غلط احادیث کو رد کر دیا جاتا۔ دیگر علوم کی طرح علمِ حدیث میں موجودہ اصطلاحات کو آغاز اور ان کا استعمال تبع تابعین کے دور میں شروع ہوا۔(۲)

حدیث پرکھنے کے اصول

حدیث دو اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے:

۱۔ سند: سند میں حدیث نقل کرنے والے راویوں کے نام ہوتے ہیں۔ حدیث کو روایت بھی کہا جاتا ہے لہٰذا سند پرکھنے کے اصول کو اصول روایت کہا جاتا ہے۔

۲۔ متن: راوی جو کچھ بیان کرتا ہے اسے متن کہا جاتا ہے الفاظ حدیث کو درایت کہتے ہیں اور متن کو پرکھنے کے اصول و قوانین کو اصول درایت کہا جاتا ہے۔ اس طرح حدیث کو پرکھنے کے بنیادی طور پر دو اصول ہیں یعنی اصول روایت اور اصول درایت۔ حدیث کے پرکھنے کے قواعد و ضوابط بھی قرآن و حدیث، اقوال صحابہ اور ائمہ محدثین کے فرمودات سے ماخوذ ہیں، ان کو بھی اس باب میں ہی بیان کیا جائے گا۔

اصولِ حدیث کا موضوع اور مقصد

اصولِ حدیث کا بنیادی موضوع سند اور متن کی جانچ پڑتال ہے۔ ڈاکٹر محمود الطحان کے مطابق اس علم کا موضوع یہ ہے:

"السند والمتن من حيث القول الرد و ثمرته تميز الصحيح من السقم من الاحاديث"(۳)

(اصول حدیث کا موضوع سند اور متن کی رد و قبول کے لحاظ سے تحقیق کرنا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ صحیح اور غیر صحیح حدیث میں امتیاز کیا جائے۔)

علامہ قاسمی نے قواعد التحدیث میں لکھا ہے:

"غايته معرفته الصحيح من غيره"(۴)

(یعنی اس علم کا مقصد صحیح اور غیر صحیح حدیث کی پہچان حاصل کرنا ہے۔)

اصولِ حدیث کی تعریف، موضوع اور مقصد

اصولِ حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حدیث کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔ علامہ سیوطی نے اس کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

"علم بقوانین یعرف بها احوال السند والمتن"

(یعنی وہ علم جس کی روشنی میں سند و متن کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں۔)(۵)

الکافیجی کے مطابق:

"فهو علم يقتدى به على معرفة اقوال الرسول وافعاله على وجه مخصوص"(۶)

(یعنی وہ علم جس کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال کی پہچان خصوصی پہلو سے کی جاتی ہے۔)

ڈاکٹر محمود الطحان لکھتے ہیں:

"علم باصول وقواعد یعرف بها احوال السند والمتن من حيث القبول والرد"(۷)

(اصولِ حدیث سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے سند و متن کا حال معلوم کیا جاتا ہے تاکہ حدیث کے رد و قبول کے متعلق صحیح رائے قائم کی جائے۔)

بنیادی اصطلاحات کی وضاحت

اصولِ حدیث کی تعریف، مقصد کے بیان میں سند اور متن جیسی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ ان بنیادی اصطلاحات کی تعریف اور اہمیت مندرجہ ذیل ہے:

ا۔ سند

سند زمین کے بالائی حصے کو کہتے ہیں اس کا معنی "پناہ گاہ" بھی ہے عربی محاورہ ہے "فلان سند لفلان" یعنی فلاح آدمی اس آدمی کی پناہ گاہ ہے۔ (ابن منظور، لسان العرب) ابنِ حجر لکھتے ہیں:

"الطريق الموصلة الى المتن"(۸)

(سند، متن (الفاظِ حدیث) تک پہنچنے کا ذریعہ ہے)(۹)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"هو الاخبار عن طريق المتن"(۱۰)

(سند وہ ذریعہ ہے جس سے ہمیں متن سے متعلق آگاہی حاصل ہوتی ہے۔)

مختصر یہ کہ اصل حدیث کے الفاظ شروع ہونے سے قبل ان راویوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ حدیث ہم تک پہنچی ہے۔ راویوں کے ان ناموں کو سند کہا جاتا ہے۔ سند کی جمع اسناد ہے۔

۲۔ متن

متن سخت زمین کو کہا جاتا ہے۔ اس کا معنی غالب آنا، قوی ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام "المتین" ہے یعنی بہت زیادہ قوت اور طاقت کا مالک۔ اصطلاح میں متن کی تعریف مندرجہ ذیل ہے:

"هو ما ينتهى اليه غاية السند من الكلام "[۱۱]

(متن وہ الفاظ ہیں جس پر کلام کی سند ختم ہوتی ہے۔)

علامہ طیبی لکھتے ہیں:

"فمتن الحديث الفاظ التي يتقوم بها المعانى"[۱۲]

(حدیث کا متن وہ الفاظ ہیں جن پر معانی کی بنیاد ہوتی ہے۔)

۳۔ حدیث

علماء نے حدیث کی تعریف ان لفظوں میں بیان کی ہے:

"ما اضيف الى النبي ﷺ من قول او فعل او تقرير او صفة"[۱۳]

(حضور ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے قول، فعل، تقریر یا صفت کو حدیث کہا جاتا ہے۔)

۴۔ خبر

خبر حدیث کے مترادف لفظ بولا جاتا ہے لیکن یہ وہ بیان ہے جس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا امکان ہے۔ بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور شخص کے قول فعل کو خبر کہتے ہیں۔

۵۔ الاثر

الاثر کا معنی علامت یا نشانی کے ہیں۔ خبر و الاثر مترادف بھی ہیں اور مختلف معنی بھی رکھتے ہیں۔ عموماً صحابی کے قول، فعل، تقریر کو اثر کہا جاتا ہے۔ اس میں تابعین بھی شامل ہیں۔

علمائے حدیث کے القاب

علم حدیث اتنا وسیع اور لامتناہی ہے کہ اس میں ہر اس چھوٹی بڑی بات سے بحث کی جاتی ہے جس کا تعلق آپ کے منصب رسالت سے ہے، جس کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور ﷺ کی ذات سے ہے۔ جیسا کہ گزشتہ اصطلاحات سے ظاہر ہوتا ہے۔ علم حدیث دین کی بنیاد، ایمان کا حاصل، اسلام کا عملی نمونہ، قرآن کی تفسیر

اور شریعت کی اہم بنیاد ہے۔ اس علم کے حاملین نہایت قابلِ احترام اور لائق اتباع ہیں۔ ان میں سے چند کے القاب مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ محدث: اس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر وقت خود کو حدیث کی کتابت اور نقل میں مصروف رکھتا ہو۔ حدیث کے علوم وفنون پر گہری بصیرت رکھتا ہو۔ گرائمر کی رو سے یہ اسمِ فاعل ہے جو "م" کی رفع اور "د" کی کسرہ سے پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ الحافظ: اس کا مقام محدث سے اعلیٰ ہے۔ جس عالم کو ایک لاکھ احادیث سند و متن کے ساتھ یاد ہوں اسے حافظ کہتے ہیں۔ العجاج الخطیب لکھتے ہیں:

"ان الحافظ من وعی مائة الف حدیث متناً و اسناداً"(۱۴)

الحجہ: حجت کا معنی دلیل اور فیصلہ کن بات جسے تین لاکھ احادیث سند و متن کے ساتھ یاد ہوں اسے الحجہ کا لقب دیا جاتا ہے۔

۴۔ الحاکم: جو تمام احادیث کی اسناد اور متون کا علم رکھتا ہو۔

۵۔ امیر المومنین فی الحدیث: اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدث اور علامہ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے۔

اصول حدیث از روئے قرآن

قرآن مجید میں اخبار وواقعات کی تحقیق کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ"(۱۵)

(ایمان والو اگر کوئی نا قابل اعتماد آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لو ایسا نہ ہو کہ ناواقفیت سے تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو جاؤں۔)

ایک اور ضابطہ ان الفاظ میں بیان کیا:

"وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ"(۱۶)

(جس بات کی حقیقت حال معلوم نہ ہو اس پر عمل مت کیا کرو۔)

یعنی کسی بات کے رد و قبول کا معیار زبانی جمع خرچ کی بجائے ٹھوس اور مستحکم علمی بنیاد پر ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ"(۱۷)

(ان سے کہو کہ میرے پاس کوئی دلیل اس کتاب سے قبل کی ہی لے آئیں یا کوئی علمی ثبوت لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔)

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی بات کے ردو قبول کا معیار صحیح سند پر ہے یا کوئی پختہ علمی دلیل اور واضح روشن ثبوت ہونا چاہیے۔ سند کی اہمیت کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے صحیح متن کی ضرورت واہمیت پر بھی زور دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں چند سادہ لو مسلمان بھی منافقین کی چرب زبانی کا شکار ہو گئے تو قرآن حکیم نے درایت کا ایک اہم اصول ان لفظوں میں بیان کیا:

"لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًاوَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ"(۱۸)

(جب تم نے بہتان سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے کے بارے میں نیک گمان کیوں نہ کیا اور انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے۔)

مولانا شبلی نعمانی کے نزدیک اس آیت میں متن حدیث کو پرکھنے کے چند اصول بیان ہوئے ہیں جنہیں اصول درایت کہا جاتا ہے۔ حدیث میں تحقیق سند کے ساتھ ساتھ تحقیق متن کے اصولوں کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔(۱۹)

امام ابن دقیق کا قول علامہ سخاوی نے فتوح المغیث میں نقل کیا ہے:

"كثير ما يحكمون بذلك اى بالوضع با اعتبار امور ترجع الى المروى و الفاظ الحديث"(۲۰)

(اکثر اوقات حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت متن حدیث اور الفاظ حدیث سے ملتا ہے۔)

عمر بن بدر الموصلی اپنی کتاب المغنی عن الحفظ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"لم يقف العلماء عند نقد الحديث سنده بل تعدوا إلى النظر في متنه فقضوا على كثير من الاحاديث بالوضع وان كان سند اسالماً أو وجدوا في متونها عللاً تقضى بعدم قبولها۔"(۲۱)

(علمائے کرام نے نقد حدیث کے معاملے میں صرف سند پر ہی اکتفانہ کیا بلکہ متن کی طرف بھی توجہ کی چنانچہ بہت ساری ایسی حدیثوں کے موضوع ہونے کا فیصلہ کیا جن کی اسناد اگرچہ درست تھیں لیکن ان کے معنوں میں خرابیاں پائی جاتی تھیں جن کی وجہ سے وہ قابل قبول نہ تھیں۔)

وضاحت

ان قرآنی آیات اور ائمہ کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح حدیث کی پہچان کے لیے تحقیق سند کے ساتھ ساتھ تحقیق متن بھی ضروری ہے کیونکہ بے دین اور دشمناں اسلام صحیح سند کے ساتھ غلط متن لگا کر امت کو گمراہ کر سکتے تھے۔ لیکن قرآن حکیم نے تحقیق متن کی اہمیت کو واضح کر دیا۔ اس طرح سند و متن کے جعلی و اصلی ہونے کی پہچان کے اصول وضوابط محدثین نے واضح کر دیئے، بسا اوقات ایسا بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ راوی اپنے دین وایمان میں پختہ ہو لیکن نقل متن میں بشری تقاضوں کے تحت نادانستہ کوئی غلطی ہو جائے یا راوی تو صحیح متن بیان کرے لیکن کوئی بے دین اور زندیق صحیح حدیث کے متن میں اعراب نقطوں یا لفظوں کی تبدیلی کر دے، محدثین نے جعل سازی اور جھوٹ کے اس دروازے کو بھی بند کرنے کے اصول و قواعد مرتب کیے اور ان پر کتابیں لکھیں۔ حدیث میں اس موضوع کو بیان المشکل کا عنوان دیا جاتا ہے۔ امام طحاوی، امام خطابی اور امام ابن عبدالبر جیسے محدثین نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ امام عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) نے بھی "مشکل الحدیث" کے موضوع پر کتاب لکھی۔

اصول حدیث از روئے حدیث

حدیث میں سند اور متن کا اعلیٰ معیار قائم رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے سخت تاکید فرمائی اور اس کی مخالفت پر سخت وعید اور تنبیہ بھی واضح فرمائی، چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ماسمع"(۲۲)

(انسان کے لیے اتنا جھوٹ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے (بلا تحقیق) روایت کر ڈالے)

"من كذب علىّ متعمداً فليتبوا مقعده من النار"(۲۳)

(جس نے میری طرف ارادتاً جھوٹی بات منسوب کرنے کی کوشش کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے۔)

"اياكم والظن فان الظن اكذب الحديث"(۲۴)

(تم ظن وگمان سے بچتے رہو کیونکہ ظن وگمان جھوٹی ترین بات ہے۔)

"ان شر الرويات روايا الكذب"(۲۵)

(جھوٹی روایات بد ترین روایات ہوتی ہیں۔)

"آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب و اذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان"(۲۶)

(منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے خیانت کرے۔)

اہمیتِ سند اور صحابہ کرامؓ

صحابہ کرامؓ نبوت ورسالت کے اوّلین گواہ اور حدیث وسنن کے محافظ ونگران تھے۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سندِ حدیث بہت اہم تھی۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اسوہ صدیقی اور اہتمام سند

امام ذہبی حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"كان اوّل من احتاط في قبول الاخبار"(۲۷)

(ابو بکر پہلے آدمی تھے جنہوں نے احادیث قبول کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا۔)

روایت قبول کرنے میں احتیاط کے ساتھ ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ روایت کے رد و قبول کے بارے میں اصول شہادت کے بھی بانی ہیں۔ موطا امام مالک کتاب الفرائض کے مطابق جب حضرت مغیرہ بن شعبہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے ایک میت کی والدہ نہ ہونے کی صورت میں اس کی دادی کو والدہ کی جگہ وراثت میں چھٹا حصہ دلوایا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے اس روایت پر گواہی طلب کی تو محمد بن مسلمہ نے مغیرہ بن شعبہ کی تائید کی تو حضرت ابو بکرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کی روایت قبول کر لی۔

اسوہ فاروقی وعلوی اور اہتمام سند

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا محتاط طرزِ عمل بھی سند کی جانچ پڑتال کے حوالے سے بڑا اہم ہے۔ علامہ ذہبی نے حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھا:

"هو الذي سن المحدثين التثبت في النقل"(۲۸)

(یعنی حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حدیث میں تثبت (تحقیق) کا طریقہ جاری کیا۔)

حضرت علیؓ جب کسی کی حدیث سنتے تو اسے قبول کرنے سے پہلے اس سے قسم لیتے تھے۔(۲۹)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ مسجد نبوی کی توسیع کا ارادہ کیا تو حضرت عباسؓ نے حدیث بیان کی کہ آپؐ زبردستی کسی کی زمین نہیں لے سکتے تو حضرت عمرؓ نے ان سے حدیث کے بارے میں گواہی طلب کی تو انصار کی ایک جماعت نے حضرت عباسؓ کی حدیث کی تائید کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اني لم اتهمك ولكن اجبت ان اتثبت"(۳۰)

(میں آپ کو ناقابلِ اعتبار نہیں سمجھتا لیکن حدیث کی تصدیق کرنا بھی ضروری ہے۔)

علامہ ابن عبد البر نے التمہید میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول نقل کیا ہے:

"انما ھذہ الاحادیث دین فانظروا عمن تاخذونھا"(۳۱)

(احادیث ہی دین ہیں لہٰذا تمہیں ضرور معلوم کرنا چاہیے کہ تم یہ دین (حدیث) کس سے حاصل کر رہے ہو۔)

حضرت عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے:

"من علم منکم فلیقل بہ ومن لم یعلم فلیقل عما لا یعلم اللہ اعلم"(۳۲)

(تم میں سے جو شخص بھی بات کرے وہ علم (سند) کی بنیاد پر کرے اور جو نہ جانتا ہو وہ یہی کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔)

حضرت انسؓ کے تلامذہ بھی ان سے واشگاف لفظوں میں یہ پوچھتے تھے:

"انت سمعتہ من رسول اللہ ﷺ"

تو آپ فرماتے:

"ھذا سمعتھا من النبی فکتبتھا وعرضتھا علیہ"(۳۳)

(ہاں میں نے ان احادیث کو حضور سے خود سنا اور آپ کے سامنے اسے پیش کیا۔)

ان مختصر اقوال و واقعات سے سند کی اہمیت کے متعلق صحابہ کرامؓ کے ذوق کا علم ہوتا ہے۔

اصول حدیث از روئے اقوال تابعین

مسلمانوں میں اصول روایت و درایت کو پرکھنے کا عمومی رواج اور طریقہ آغاز اسلام میں ہی ہو گیا تھا لیکن جب بے دین اور اسلام دشمن عناصر نے جعلی من گھڑت موضوع احادیث کو رواج دیا تو بڑی شدت کے ساتھ اسناد کی اہمیت پر زور دیا گیا۔

محمد بن سیرین کا قول ہے:

"لم یکونوا یسالون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قالوا سمعوا لنا رجالکم فینظر الی حدیث اھل السنۃ فیوجد حدیثھم و ینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم"(۳۴)

(پہلے لوگ اسناد کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے لیکن جب دور فتنہ آیا تو کہنے لگے! تم اپنے رجال (راویوں) کے نام بتاؤ تا کہ اہل سنت کی روایت کو قبول کیا جا سکے اور اہل بدعت کی حدیث کو رد کیا جا سکے۔

حضرت ابی العالیہ کہتے ہیں:

"کنا نسمع الروایة بالبصرة عن اصحاب رسول اللہ ﷺ فلم نرض حتی رکبنا الی المدینة فسمعنا ھا من افواھھم"[۳۵]

(ہم بصرہ میں رہتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے صحابہ سے مروی احادیث سنا کرتے تھے لیکن ہم اس پر مطمئن نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ سواریوں پر پہنچے اور ان (صحابہ) کے منہ سے براہِ راست ان احادیث کو سنا۔)

اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ تابعین کرام متن حدیث کے ساتھ سند حدیث کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے اور اس کے لیے دور دراز کا سفر بھی اختیار کرتے چند مزید اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

"الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء"[۳۶]

(اسناد دین کا حصہ ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو دین کے بارے میں جس کا جو جی چاہتا کہہ دیتا۔)

۲۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے:

"الاسناد سلاح المومن اذلم یکن معه سلاح فبای شی یقاتل"[۳۷]

(اسناد مومن کا ہتھیار ہیں، جس کے پاس اس کا ہتھیار نہ ہو وہ کس چیز سے جنگ کرے گا۔)

۳۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں:

"ما ذھاب العلم الا ذھاب الاسناد"[۳۸]

(سند کے ختم ہونے کا مطلب علم کا ختم ہونا ہے۔)

۴۔ امام شافعی فرماتے ہیں:

"مثل الذي یطلب العلم بلا حجة کمثل حاطب الیل یحمل حزمة حطب و فیه افعی تلدغه وھو لا یدری"[۳۹]

(سند کے بغیر علم حاصل کرنے والا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص رات کو لکڑیاں جمع کرے اور بے خبری میں ان لکڑیوں کے اندر سے اس شخص کو سانپ ڈس لے)

۵۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"الاسناد من الدین"[۴۰]

(سند دین کا حصہ ہے۔)

۶۔ محدث شعبہ کا قول ہے:

"انما تعلم صحة الحدیث بصحة الاسناد"[۴۱]

(حدیث کی صحت کا دارومدار سند کی صحت معلوم کرنے پر ہے۔)

۷-امام حاکم کا قول ہے:

"طلب الاسناد العالی سنة صحيحه"(۴۲)

(بہترین سند کی تلاش صحیح سنت ہے۔)

۸۔ محمد بن حاتم کا قول ہے:

"ان الله اکرم حذ و الامة وشرفها بالاسناد"(۴۳)

(اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اسناد کے ساتھ شرف بخشا۔)

اصولِ حدیث اور ائمہ اربعہ

امام ابو حنیفہ حدیث کی سند اور اس کی روایت کے پرکھنے میں بہت گہرائی اور تحقیق و تنقید سے کام لیتے تھے۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

"والامام ابو حنيفه انما قلت رواية لما شدد فی شروط الرواية التحمل"(۴۴)

(امام ابو حنیفہ سے روایت کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اخذ روایت میں حدیث کی شرائط میں سختی کی ہے۔)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"طلب الاسناد العالی سنة عمن سلف"(۴۵)

(اسناد اس امت کے خصائص میں سے ہے اور پختہ سنت ہے۔)

سند حدیث اور مستشرقین

مستشرقین میں سے جو حقیقت پسند اور نسبتاً غیر متعصب ہیں انہوں نے بھی اہتمام سند پر مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

جرمنی کے مشہور فاضل متشرق ڈاکٹر اسپرنگر جنہوں نے الاصابہ کی تصحیح کی ہے لکھتے ہیں:

"نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"(۴۶)

اسناد روایت کے ذریعے مسلمانوں نے جدید تاریخ نگاری کے ایک اہم اصول کی بنیاد ڈالی، جس کی شہادت مشہور مستشرق مورخ پروفیسر فلپ کے حتی اس طرح دیتے ہیں:

"This form of history composition is unique in the case of the Arabs and meets the most essential requirements of modem historigraph namely, "Back to the Source" and trace the line of Authorities."(47)

(عربوں کے ہاں تاریخی تالیف کا یہ طرز نگارش منفرد ہے اور جدید تاریخ نگاری کی نہایت اہم ترین ضروریات کو پورا کرتا ہے یعنی رجوع الی المصدر اور اسناد کی کڑیوں کی تلاش۔)

اصولِ حدیث اور عقل سلیم

عقلِ سلیم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس سے محرومی باعث جہنم ہے قیامت کے دن اہل جہنم کہیں گے۔

"قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ "(۴۸)

(کہیں گے کاش ہم سنتے اور عقل کو استعمال کرتے تو ہم دوزخ والوں میں نہ ہوتے۔)

لہٰذا سند حدیث کے ساتھ ساتھ حدیث کے متن کو بھی عقلی اصولوں پر پرکھا جاتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے موضوع احادیث کی پہچان کے چند اصول مرتب کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱. جو حدیث عقل یا مسلمہ اصولوں کے خلاف ہو تو وہ موضوع ہے۔
۲. وہ حدیث جو محسوسات اور مشاہدات کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش بھی نہ ہو۔
۳. وہ حدیث جس میں معمولی گناہ پر سخت عذاب اور معمولی کام پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہو۔
۴. وہ حدیث جس میں الفاظ غلط اور گھٹیا ہو۔
۵. اس راوی کی حدیث بھی موضوع ہو گی جو ایسے راوی سے حدیث نقل کرے جس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو اور نہ ہی وہ ہم عصر ہوں۔
۶. وہ روایت بھی غلط ہو گی کہ جس میں کسی ایسے عظیم واقعہ کی طرف اشارہ ہو کہ اگر وہ واقعہ صحیح ہوتا تو اسے ہزاروں لوگ جانتے۔(۴۹)

ملا علی قاری نے کتاب الموضاعات میں بے اصل احادیث کی پہچان کے کچھ اور اصول بھی بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱. وہ حدیث جو صحیح حدیث کے خلاف ہو۔
۲. وہ حدیث جو خلاف واقعہ ہو مثلاً دھوپ سے گرم ہونے والے پانی سے وضو کرنا برص کا مرض پیدا کرتا ہے۔

۳. وہ احادیث جو کلام نبوت کے شایان شان نہ ہوں مثلاً تین چیزوں سے نظر تیز ہوتی ہے۔ سبزہ دیکھنا، بہتا ہوا پانی اور خوبصورت چہرہ۔

۴. وہ حدیثیں بھی غلط ہیں جن میں مستقبل کے کسی ہونے والے واقعہ کی تاریخ اور وقت بتایا جائے۔

۵. وہ حدیثیں بھی موضوع ہیں جو طبیبوں کی گفتگو جیسی ہوں مثلاً مسلمان شیریں ہوتا ہے اور شیرینی کو پسند کرتا ہے۔

۶. وہ حدیثیں جو واضح طور پر قرآن کے خلاف ہیں مثلاً دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔

۷. وہ حدیثیں جو بنیادی اصول تحقیق کے خلاف ہوں مثلاً حضور ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کا جزیہ معاف کر دیا تھا اور ایک تحریر لکھوائی تھی۔ یہ حدیث بالکل غلط ہے کیونکہ اس میں حضرت سعد بن معاذ کی گواہی موجود ہے جبکہ سعد بن معاذ غزوۂ خندق میں فوت ہوئے۔

اور غزوۂ خیبر ان کی وفات کے دو سال بعد سن ۷ھ میں ہوئی یہ اصول تاریخ کے خلاف ہے۔

یہ حدیث اس لیے بھی غلاط ہے کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآن پاک میں جزیہ سن ۹ھ میں فرض ہوا تھا اور یہ واقعہ سن ۷ھ کا ہے۔

یہ حدیث اس لیے بھی غلط ہے کہ یہ اصول اسلام کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ خیبر والے اسلام کے سخت دشمن تھے، حربی کافر تھے، بھلا ان کا جزیہ کیسے معاف ہو سکتا ہے اور اگر وہ دشمن نہ ہوتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں مدینہ بدر کیوں کرتے۔[۵۰]

اصول حدیث پر مشہور کتب

حدیث کی صحت اور سند و متن کی تحقیق اور جانچ پڑتال کے لیے ہر دور میں علماء محدثین نے اس موضوع پر عظیم الشان کتب تحریر کریں جس میں صحیح حدیث کو غیر صحیح حدیث سے ممتاز اور نمایاں کرنا علم و تحقیق اور عقلِ سلیم کی رو سے بالکل ممکن اور واضح ہو گیا۔ ان کتابوں میں اختیار کردہ اصول و قوانین بالواسطہ یا بلا واسطہ قرآن و حدیث سے ہی ماخوذ تھے اس لیے یہ بات بالکل بجا ہے کہ قرآن حکیم اور صیح احادیث بذاتِ خود اپنی محافظ ہیں۔ چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱. المحدث الفاصل بین الراوی والواحی کے مولف قاضی ابو محمد الرامہرمزی (م ۳۶۰ھ) ہیں۔

۲. معرفۃ علوم الحدیث ابو عبد اللہ الحاکم النیشابوری (م ۴۰۵ھ) کی تالیف ہے۔

۳. المستخرج کے مولف ابو نعیم الاصفہانی (م ۴۳۹ھ) ہیں۔

۴. الکفایۃ فی معرفۃ علم الروایۃ کے مولف الحافظ ابو بکر احمد علی الخطیب البغدادی (م ۴۶۳ھ) ہیں۔

۵. الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع خطیب بغدادی کی اصول حدیث پر یہ دوسری کتاب ہے۔
۶. الالماع الی معرفۃ اصول الروایۃ وتقیید السماع قاضی عیاض الحیصی (م ۵۴۴ھ)
۷. کتاب علوم الحدیث المعروف مقدمۃ ابن الصلاح ابو عمرو عثمان بن الصلاح اشہر زوری (م ۶۴۳)
۸. النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح بدرالدین الزرکشی (م ۷۹۴ھ)
۹. القریب والتیسیر الی حدیث البشیر النذیر تالیف امام النووی۔
۱۰. اختصار علوم الحدیث امام عمادالدین ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)
۱۱. نظم الدرفی علم الاثر حافظ عبدالرحیم العراقی (م ۸۰۵)
۱۲. فتح المغیث حافظ العراقی
۱۳. فتح المغیط فی شرح الفیۃ الحدیث الحافظ السخاوی (م ۹۰۲ھ)
۱۴. تدریب الراوی از امام سیوطی
۱۵. کتاب المختصر از الکافیجی (م ۸۷۹ھ)
۱۶. الھدایۃ فی علوم الروایۃ کے نام سے ابن الجزری (م ۷۵۱ھ)
۱۷. المختصر لمعرفۃ علوم الحدیث از سیّد شریف الجرجانی (م ۸۱۶ھ)
۱۸. نخبۃ الفکر وشرحھا نزھۃ النظر از ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)
۱۹. مصطلحات اہل الاثر شرح التحبہ ملا علی القاری (م ۱۰۱۴ھ)
۲۰. قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث از جمال الدین قاسمی (م ۱۳۲۲ھ)

تدوینِ حدیث اور مذاہب عالم

تاریخِ انسانیت میں مسلمان پہلی اور آخری امت ہے کہ جس نے اپنے رسول اللہ ﷺ کے احوال و واقعات اور اقوال و افعال کا ایک ایسا مستند، مربوط اور حقیقی ریکارڈ تیار کیا جو حقائق پر مبنی اور مبالغہ آرائی سے پاک ہے۔ کتب حدیث کے اندر عقل و نقل میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ حدیث بیان کرنے والوں کی ذہانت، کردار، شہرت کو اعلیٰ معیار پر پرکھا جاتا ہے جس کی مثال مذاہبِ عالم میں ملنا ناممکن ہے۔

ہندو مت کا تحقیقی معیار

یہ دُنیا کا قدیم ترین مذہب ہے اس کے نہ تو کوئی مقررہ عقائد ہیں نہ کسی فردِ واحد کو اس کا بانی قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی ایک طے شدہ مذہبی کتاب ہے۔ نہرو ہندوؤں کی مذہبی کتب رامائن اور مہابھارت کو افسانوں اور حقیقت کا ملاپ کہتا ہے۔[۵۱]

ہندوؤں کے ابتدائی زمانے کا مذہبی ریکارڈ کا مواد زیادہ نہیں تھا لیکن بعد میں ہر دور میں اس میں ترمیم و اضافہ ہوتا رہا۔(۵۲)

بدھ مت کا تحقیقی معیار

بدھ مت کا زمانہ ۵۶۰ قبل مسیح ہے۔ مذکورہ بالا انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ بدھ مت کی مذہبی کتب اس قدر غیر تحقیقی اور فرضی ہیں کہ علماء اس مذہب کے متعلق ان کی کتابوں کی بجائے ان کی تعمیری یادگاروں کو اہمیت دیتے ہیں۔ ان کی کتب للت دستر بدھ کے ۶۰۰ سال بعد لکھی گئی۔

مجوسیت کا تحقیقی معیار

زرتشت اس مذہب کا بانی تھا۔ اس کا زمانہ ۶۰۰ تا ۳۵۰ قبل مسیح قرار دیا جاتا ہے۔ اوستا اس کی مذہبی کتاب تھی۔ اس کی زبان ژند تھی لیکن ۳۳۱ق م میں سکندرِ اعظم نے ایران فتح کیا۔ اوستا کا بڑا حصہ جلا دیا لہٰذا اس مذہب کی زبان، مذہبی ادب، زمانہ تالیف کے متعلق یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا، اکثر فرقوں کی مذہبی کتابیں الگ الگ ہیں۔

یہودیت کا تحقیقی معیار

یہود کی کتاب کو توریت کہا جاتا ہے۔ توریت کو حضرت موسیٰؑ کی وفات کے ۵۰۰ سال بعد لکھا گیا۔ کئی مرتبہ یہ کتاب یہودی دشمنوں کے ہاتھوں نذرِ آتش ہوئی اور سینکڑوں سال بعد پھر اسے ذاتی یادداشت کی بنیاد پر لکھا گیا جس میں سند، متن اور راویوں کے حالات و کردار کے بارے میں کوئی تحقیق نہ کی گئی۔ ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کے مطابق موسیٰؑ کی شہرت کے باوجود ان کی زندگی کے بارے میں معتبر معلومات مفقود ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے موسیٰؑ ۱۲۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے لیکن آج تک کسی آدمی کو ان کی قبر معلوم نہیں۔(۵۳)

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اصل توریت دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔

عیسائیت کا تحقیقی معیار

عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کے حالاتِ زندگی، اقوال کسی مستند اور تحقیقی انداز میں آج نہیں ملتے۔ محققین کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی ۳۳ سالہ زندگی میں سے ان کے ۵۰ دن کے حالات بھی موجود نہیں۔

Encyclopedia of Britanica جلد ۱۳ ص ۱۷۱۰ کے مطابق ہمیں عیسیٰؑ کے حالات و واقعات لکھنے سے دست بردار ہو جانا چاہیے کیونکہ ان کے متعلق کوئی مستند مواد نہیں ملتا۔(۵۴) ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کے

مطابق عیسیٰؑ کی زندگی کے متعلق اصل معلومات غیر یقینی ہیں چنانچہ عیسائی مذہب میں بھی حضرت مسیحؑ کے اقوال اور واقعات کا کوئی مستند ریکارڈ نہیں۔(۵۵)

غیر مسلموں کا اعتراف حقیقت

مذاہب عالم میں نقل روایت اور درایت کا وہ اہتمام اور معیار برقرار نہ رکھا گیا جو اُمتِ مسلمہ نے حضور ﷺ کی حدیث و سنت اور سیرتِ پاک کو محفوظ کرنے کے لیے کیا جس کی گواہی غیر مسلم بھی دیتے ہیں۔ Bosworth Smith کے مطابق وہ حضور کو ملٹن اور لوتھر سے بھی زیادہ جانتا ہے۔(۵۶)

R.V.C Bodley لکھتا ہے حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور کنفوشس اور بدھ کے بارے میں کوئی مستند اور مکمل تاریخ نہیں ملتی البتہ ہم محمد ﷺ کو اس قدر جانتے ہیں جیسے اپنے ہم عصر لوگوں کو۔(۵۷)

ڈاکٹر حمید اللہ کا قول فیصل، آپ خطبات بہاولپور صفحہ ۳۶ پر فرماتے ہیں:

قرآن سے مماثل چیزیں اور قوموں میں بھی ملتی ہیں مثلاً یہودیوں کے ہاں توریت لیکن حدیث کی مماثل چیزیں دیگر قوموں میں مجھے نظر نہیں آتیں۔۔۔ ان حالات میں تقابلی مطالعہ کا امکان ہی باقی نہیں رہتا (یعنی حدیث کے مد مقابل کوئی چیز دیگر مذاہب میں ہو گی تو اس کا تقابل کیا جائے گا)

خلاصہ

ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں کہ دنیا میں آج جتنی بھی مذہبی کتابیں موجود ہیں، بشمول بائبل نیا عہد نامہ، پرانا عہد نامہ اور دیگر ساری مذہبی کتابیں، وہ تاریخی اور علمی حیثیت سے ہماری موضوع احادیث سے بھی کم درجہ کی ہیں۔ موضوع احادیث بھی تاریخی طور پر ثابت شدہ ہیں۔ کم از کم یہ تو پتہ ہے کہ یہ احادیث کس نے وضع کیں، کس زبان میں وضع کیں، جس نے وضع کیں اس کے الفاظ کیا تھے، وہ الفاظ بعینہٖ ہم تک پہنچے ہیں۔ بائبل کے بارے میں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کسی زمانے میں لکھی گئی، کس نے لکھی کہاں لکھی۔ خلاصہ یہ کہ علمی اور تاریخی طور پر ہماری موضوع احادیث بھی ان کتابوں کی نسبت کہیں زیادہ مستند اور تاریخی طور پر ثابت شدہ ہیں جن کو آج لوگ مذہبی کتابیں مانتے ہیں۔ اس سے آپ ہمارے اور ان کے معیار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔(۵۸)

حوالہ جات

۱. ڈاکٹر سہیل حسن، معجم اصطلاحات حدیث، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۸۵
۲. ڈاکٹر محمود احمد غازی محاضراتِ حدیث، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اُردو بازار لاہور، ص ۲۲
۳. محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، مدینہ یونیورسٹی، مدینہ منورہ، ص ۱۴
۴. علامہ قاسمی، قواعد التحدیث، طبع مصر، ص ۷۵
۵. امام سیوطی، تدریب الراوی، طبع مصر، ص ۱۵
۶. الکافیجی، المختصر فی علم الاثر، حیدر آباد دکن، ص ۲۰
۷. تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۱۴
۸. ابن منظور، لسان العرب، طبع بیروت، مادہ، د
۹. ابن حجر، نخبۃ الفکر، ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور، ص ۹۲
۱۰. امام سیوطی، تدریب الراوی، ج ۲، ص ۳۱
۱۱. ایضاً
۱۲. علامہ طیبی
۱۳. تیسیر مصطلح الحدیث، ص ۸
۱۴. العجاج الخطیب، السنۃ قبل التدوین، جامع ام القری، سعودی عرب
۱۵. حجرات، آیت ۶
۱۶. بنی اسرائیل، آیت ۳۶
۱۷. احقاف، آیت ۴
۱۸. سورہ نور، آیت ۱۲
۱۹. شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص ۴۲
۲۰. علامہ سخاوی، فتح المغیث، ص ۳۸
۲۱. عمر بن بدر الموصلی، المغنی عن الحفظ، مقدمہ، دار الکتب مصر، ص ۱۰
۲۲. سنن دارمی، ج ۱، ص ۵۷
۲۳. امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ فی الاداب، رقم الحدیث ۱۱۰
۲۴. صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش، ونحوھا، رقم الحدیث ۶۵۳۶
۲۵. سنن دارمی، ج ۱، ص ۲۱۰

۲۶. بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، رقم الحدیث ۳۳
۲۷. امام ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، دار صادر، بیروت، ج ۱، ص ۲
۲۸. ایضاً
۲۹. ایضاً
۳۰. مشکوٰۃ، کتاب الادب
۳۱. علامہ ابن عبدالبر، التمہید، ج ۱، ص ۳۸
۳۲. ایضاً، سنن دارمی، ص ۵۳
۳۳. مستدرک حاکم، باب العلم، ص ۱۰۳
۳۴. مقدمہ صحیح مسلم، ص ۱۱
۳۵. سنن دارمی، ج ۱، ص ۱۱۴
۳۶. ابن عبدالبر، التمہید، ج ۱، ص ۴۲
۳۷. ایضاً
۳۸. مقدمہ التمہید، ج ۱، ص ۵۸
۳۹. امام البیہقی، مناقب الشافعی ۱/ ۲۰
۴۰. معرفت علوم الحدیث، ص ۶
۴۱. ایضاً
۴۲. ایضاً
۴۳. ایضاً
۴۴. مقدمہ ابن خلدون، دار العلم بیروت، ص ۴۲۸
۴۵. خطیب البغدادی، التقید، ص ۲۵۷
۴۶. شبلی نعمانی سیرۃ النبی ﷺ، نیشنل بک فاؤنڈیشن لاہور، ج ۱، ص ۶۴
۴۷. علامہ بلاذری، مقدمہ فتوح البلدان، دار العلم بیروت، ص ۲
۴۸. الملک، آیت ۱۰
۴۹. ماخوذ شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص ۴۴، ۴۵
۵۰. ملا علی قاری، کتاب الموضوعات، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، مزید دیکھیں: شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ج ۱، ص ۱۷، ۱۸
۵۱. تلاش ہند، از نہرو، نگارشات ٹمپل روڈ لاہور، ص ۱۲۳، ۱۲۴

۵۲. انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجئن اینڈ ایتھک، ج ٦، ص ٦٨٧
۵۳. عہد نامہ قدیم، استثنا، باب ۳۴، آیت ۵
۵۴. Encyclopedia of Britanica، جلد ۱۳، ص ۱۷۱۰
۵۵. ڈاکٹر مائیکل ہارٹ، دی ہنڈرڈ، نیویارک، ص ۴۵
۵٦. Mohammad and Mohammadinism، لندن، ص ۱۳
57. R.V.C Bodley, The Messenger, P 1
۵۸. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات حدیث، ص ۱٦٧